AL-HAYAT Research Journal
Jlali Research Institute of Social Science, Lahore
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759
Volume 2 Issue 3 (April-June 2025)

فکر علامہ اقبال میں 'تزکیہ نفس' کی عصری معنویت: ایک تجزیاتی مطالعہ

The Contemporary Relevance of Iqbal's thoughts of Self-Purification: An Analytical Study

Muhammad Waseem Khan
MPhil Scholar, Islamic Studies and Shariah, MY University, Islamabad

Dr. Bushra Furqan
Associate Professor, Institute of Islamic Studies and Shariah, MY University, Islamabad

Abstract

This paper presents an analytical exploration of Allama Muhammad Iqbal's philosophy of Tazkiyah al-Nafs (self-purification), highlighting its enduring relevance in the contemporary world. Iqbal, a leading voice in modern Islamic thought, believed that the moral and spiritual rejuvenation of individuals is the foundational step toward the revival of a just and dynamic society. Grounded in the teachings of the Qur'an and Sunnah, Iqbal's vision of self-purification transcends formal ritualism and emphasizes the development of Khudi (selfhood) through self-awareness, moral refinement, spiritual discipline, and a balanced integration of inner and outer life. The study critically examines Iqbal's core ideas associated with inner transformation—such as the cultivation of willpower, the realization of one's divine potential, and the central role of Ishq (divine love and selfless devotion). In the face of modernity's existential void, moral confusion, and spiritual disconnection, Iqbal's concept of Tazkiyah emerges as a timeless paradigm for nurturing authentic individuality, ethical leadership, and collective well-being. The paper argues that Iqbal's framework offers not only a spiritual remedy to contemporary crises but also a roadmap for building a spiritually enriched and ethically grounded civilization.

Keywords: Iqbal, Tazkiyah al-Nafs, Khudi, spiritual discipline, contemporary relevance

تمہید

یہ مقالہ علامہ محمد اقبال کے تصورِ **تزکیہ نفس** کا تجزیاتی مطالعہ پیش کرتا ہے اور اس کی عصرِ حاضر میں معنویت اور اطلاقی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ اقبال، جو بیسویں صدی کے ممتاز اسلامی مفکر اور شاعر تھے، اس بات پر زور دیتے ہیں کہ فرد اور معاشرے کی حقیقی اصلاح، باطن کی پاکیزگی اور خودی کی تعمیر پر منحصر ہے۔ ان کا تصور تزکیہ صرف ظاہری عبادات تک محدود نہیں، بلکہ قرآن وسنت کی روشنی میں روحانی بیداری، اخلاقی تربیت، اور داخلی وخارجی زندگی کے توازن پر مبنی ہے۔ یہ مطالعہ اقبال کے ان افکار کا جائزہ لیتا ہے جو تزکیہ نفس، ارادے کی مضبوطی، انسانی امکانات کی تکمیل، اور عشقِ حقیقی (اللہ اور انسانیت سے محبت) جیسے مفاہیم سے متعلق ہیں۔ عصرِ حاضر میں جب انسانیت روحانی خلا، اخلاقی بحران، اور وجودی اضطراب کا شکار ہے، اقبال کا پیغام ایک دائمی فکری وروحانی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ یہ تصور نہ صرف فرد کی شخصیت سازی کا ذریعہ بنتا ہے بلکہ ایک عادل، بیدار اور روحانی طور پر مضبوط معاشرے کی تشکیل کا بھی راستہ دکھاتا ہے۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ ۹ نومبر ۱۸۷۷ کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپؒ برصغیر پاک وہند کے عظیم مفکر، شاعر اور فلسفی تھے۔ آج ہم جس مملکت خداداد یعنی پاکستان میں زندگی بسر کر رہے ہیں اس کے قیام کا تصور بھی اقبالؒ نے پیش کیا[1]۔ آپؒ نہ صرف مسلمانوں کی سیاسی، سماجی اور تعلیمی رہنمائی کی بلکہ ان کے روحانی وباطنی ارتقاء پر بھی گہرا اثر ڈالا۔ ان کے افکار کا مرکزی نکتہ "خودی" کا تصور ہے جو درحقیقت انسان کا تزکیہ نفس (باطنی تربیت)، روحانی ارتقاء، اور قربِ الٰہی کی جستجو کا عکاس ہے۔ علامہ اقبالؒ کے نزدیک قوموں کی تقدیر کا فیصلہ مادی وسائل سے زیادہ روحانی بصیرت اور تزکیہ نفس (باطنی تربیت) سے ہوتا ہے۔ اقبالؒ نے اسلامی تصوف کے اس پہلو کو اجاگر کیا جس کا تعلق عمل، کردار، خودی کی تعمیر، اور اللہ تعالیٰ سے زندہ تعلق قائم رکھنے سے ہے۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ محض رسمی عبادات یا سطحی روحانیت انسان کو کامل انسان نہیں بناسکتی، جب تک وہ اپنی اندرونی دنیا کو سنوار کر ایک فعال، بیدار اور بامقصد خودی کو پیدا نہ کرے۔ جہاں انسان مادیت، سائنسی ترقی، اور دنیاوی خواہشات میں الجھا ہوا ہے، وہیں روحانی خلا اور باطنی بے سکونی میں بھی مبتلا ہے۔ اس تناظر میں اقبالؒ کے افکار ہماری رہنمائی کرتے ہیں کہ ہم کس طرح اپنی تزکیہ نفس (باطنی تربیت) کے ذریعے نہ صرف فردی کی سطح پر توازن اور سکون حاصل کر سکتے ہیں، بلکہ ایک صحت مند، باکردار اور بامقصد معاشرہ بھی تشکیل دے سکتے ہیں۔ یہ تحقیقی مطالعہ اسی حقیقت کو واضح کرنے کی کوشش

OPEN ACCESS
CC BY

ہے کہ علامہ اقبالؒ کی تعلیمات کس طرح عصرِ حاضر میں تزکیہ نفس (باطنی تربیت) کے لیے مشعلِ راہ بن سکتی ہیں۔ اس جائزے میں اقبالؒ کے افکار کا تجزیہ کرتے ہوئے موجودہ دور کے روحانی بحرانوں کا حل تلاش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ تزکیہ نفس (باطنی تربیت) اسلامی تعلیمات کا بنیادی حصہ ہے، جو انسان کو ظاہر کے ساتھ ساتھ باطن کی اصلاح کا بھی درس دیتی ہے۔ علامہ اقبالؒ نے مغربی مادیت کے مقابلے میں روحانی بیداری اور خودی کی تعمیر کو اپنا پیغام بنایا۔ اقبالؒ کا فلسفہ فرد کی اندرونی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے پر زور دیتا ہے تاکہ وہ معاشرے کا فعال اور باکردار فرد بن سکے۔

موضوع کی ضرورت واہمیت

عصرِ حاضر مادیت، نفس پرستی، اور روحانی زوال کا دور ہے۔ جدید انسان نے سائنسی ترقی، ٹیکنالوجی اور مادی آسائشوں میں تو بے پناہ کامیابیاں حاصل کی ہیں، لیکن اس کے دل و دماغ میں ایک ایسا خلا پیدا ہو چکا ہے جو صرف روحانی اور تزکیہ نفس (باطنی تربیت) سے ہی پُر کیا جا سکتا ہے۔ نفسیاتی بیماریوں، بے چینی، ذہنی دباؤ، اور خودکشی جیسے مسائل میں روز بروز اضافہ اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کا باطن، اس کی روحانی کیفیت، نظر انداز ہو چکی ہے۔ ایسے حالات میں علامہ اقبالؒ کے افکار ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔ اقبالؒ نے ہمیشہ انسان کو اپنے "باطن" کی طرف متوجہ کیا، اور اس کی "خودی" کو بیدار کرنے پر زور دیا۔ ان کے نزدیک روحانی تربیت صرف عبادات تک محدود نہیں بلکہ یہ ایک ایسا ہمہ جہت عمل ہے جو انسان کے فکر، عمل، اخلاق اور معاشرتی کردار کو بھی سنوارتا ہے۔ اقبالؒ کی تعلیمات ایک متوازن شخصیت کی تعمیر کا نسخہ پیش کرتی ہیں جو دین و دنیا کے تقاضوں کو ہم آہنگ کرتی ہے۔ معاشرتی اصلاح اور قومی بیداری کے لیے تزکیہ نفس (باطنی تربیت) کو اولین شرط قرار دیتی ہیں۔ نوجوان نسل جو مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر اپنی روحانی اقدار سے دور ہو رہی ہے، اس کی فکری اصلاح کے لیے اقبالؒ کے افکار مشعلِ راہ بن سکتے ہیں۔ موجودہ تعلیمی نظام میں روحانی و اخلاقی تربیت کا فقدان پایا جاتا ہے، جسے اقبالؒ کی فکر کی روشنی میں بہتر بنایا جا سکتا ہے۔

موضوع کا وجہ انتخاب

موجودہ دور میں ہم ایک ایسی دنیا میں زندہ ہیں جہاں مادی ترقی کے باوجود انسان روحانی بحران، اخلاقی انحطاط، اور ذہنی بے سکونی کا شکار ہے۔ ان حالات نے مجھے اس سوچ پر مجبور کیا کہ انسان کی اصل ضرورت محض مادی سہولیات نہیں بلکہ اس کی روحانی و تزکیہ نفس (باطنی تربیت) ہے۔ علامہ اقبالؒ کی شاعری اور فکر نے ہمیشہ باطن کی تعمیر، خودی کی بیداری اور روحانی احیاء کی تلقین کی ہے۔ ان کی تحریریں نہ صرف فکر انگیز ہیں بلکہ نوجوان نسل کے لیے ایک فکری و روحانی منشور بھی پیش کرتی ہیں۔ اسی نسبت سے ان کے افکار کا گہرا مطالعہ میرے لیے باعثِ کشش رہا۔ آج کی نوجوان نسل مغربی افکار و تہذیب سے متاثر ہو کر اپنی روحانی شناخت سے دور ہو چکی ہے۔ ایسے میں یہ موضوع نہایت موزوں محسوس ہوا تاکہ اقبالؒ کے افکار کی روشنی میں نوجوانوں کو باطن کی اہمیت سے روشناس کرایا جا سکے۔ اگرچہ علامہ اقبالؒ پر مختلف پہلوؤں سے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، تاہم ان کے افکار میں "تزکیہ نفس (باطنی تربیت)" کے مخصوص پہلو پر عصرِ حاضر کے تناظر میں جامع و تحقیقی مطالعہ کم نظر آتا ہے۔ اس خلا کو پر کرنے کے لیے اس موضوع کا انتخاب کیا گیا۔ اقبالؒ کی تعلیمات امت مسلمہ کی روحانی اور فکری اصلاح کے لیے ایک مکمل نظام پیش کرتی ہیں۔ موجودہ وقت میں ان افکار کو نئی نسل تک پہنچانا ایک علمی و دینی فریضہ محسوس ہوا، جس نے اس موضوع کے انتخاب کی راہ ہموار کی۔

سابقہ تحقیقی کاموں کا جائزہ

سابقہ تحقیقی کاموں کا جائزہ کرتے ہوئے یہ دیکھا گیا ہے کہ مجوزہ موضوع کے مختلف پہلوؤں پر کام کیا گیا ہے۔ مگر ابھی تک اس موضوع پر ایسا کوئی تحقیقی کام محقق کی نظروں سے نہیں گزرا جس میں مقالہ نگار کے مذکورہ سوالات و اہداف کو پیش نظر رکھ کر تحقیقی کام کیا گیا ہو۔

۱۔ ڈاکٹر فیض قاضی آبادی، تعلیم و تربیت۔ فکرِ اقبال کی روشنی میں، ترجیحات جرنل، ۹ جون ۲۰۲۲ء،

یہ مضمون اقبال کی تعلیم و تربیت کے نظریات پر روشنی ڈالتا ہے، جو تزکیہ نفس (باطنی تربیت) کے عملی پہلوؤں کو سمجھنے میں معاون ہے۔

۲۔ حسنین عباس، نسل نو کی تربیت اور فکرِ اقبال، روزنامہ جنگ، ۹ نومبر ۲۰۱۸ء،

اس مضمون میں اقبال کی شاعری اور نثر میں بچوں اور نوجوانوں کی تربیت پر زور دیا گیا ہے۔ اقبال نے نہ صرف نظم بلکہ نثر میں بھی بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے مواد فراہم کیا ہے، جو تزکیہ نفس (باطنی تربیت) کے عملی پہلوؤں کو سمجھنے میں مددگار ہے۔

۳۔ ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، نوجوان نسل کی تربیت: فکرِ اقبال کی روشنی میں، تحریک منہاج القرآن، ۱۸ اپریل ۲۰۱۹ء

اس مضمون میں اقبال کی فکر کو نوجوانوں کی تربیت کے لیے ایک رہنمائی کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اقبال کی تعلیمات نوجوانوں میں مقصدیت اور خودی کی بیداری کے لیے اہم ہیں، جو تزکیہ نفس (باطنی تربیت) کے عمل کو سمجھنے میں مددگار ہیں۔

CC BY

مقالہ کا منہج واسلوب

اس مقالے میں تحقیق کا منہج تحقیقی وتجزیاتی ہو گا۔ اس مقالہ میں مختلف کتب اور ان میں شائع ہونے والے مضامین کو مد نظر رکھا جائے گا۔ انٹرنیٹ پر موجود معلومات کو مد نظر رکھا جائے گا۔ مقالہ ہذا دو حصوں پر مشتمل ہے؛ پہلے حصے میں اختصار کے ساتھ تزکیہ نفس (باطنی تربیت) کا عمومی مفہوم اور اسلامی تناظر میں اس کی اہمیت کو دیکھا جائے گا۔ بعد ازاں علامہ اقبالؒ کے افکار میں تزکیہ نفس کے پہلوؤں، اقبال کا تصوف کے ساتھ تعلق کے ساتھ ساتھ عصر حاضر میں اس کی ضرورت کا جائزہ لیا جائے گا۔

اہداف تحقیق

۱۔ تزکیہ نفس کا مفہوم اور قرآن کی روشنی میں اس کی اہمیت کا جائزہ لیا جائے گا۔

۲۔ علامہ محمد اقبالؒ کے افکار میں تزکیہ نفس کا جائزہ لیا جائے گا۔

۳۔ علامہ اقبالؒ اور تصوف کا جائزہ لیا جائے گا۔

۴۔ عصر حاضر میں تزکیہ نفس (باطنی تربیت) کی ضرورت کا جائزہ لیا جائے گا۔

۱۔ تزکیہ نفس (باطنی تربیت) کا مفہوم اور قرآن کی روشنی میں اس کی اہمیت

تزکیہ نفس (باطنی تربیت) کا مفہوم

تزکیہ نفس (باطنی تربیت) سے مراد انسان کے باطن، یعنی اُس کے دل، نیت، خیالات، جذبات اور روح کی ایسی تربیت ہے جس سے اُس کی شخصیت میں اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر، عاجزی، توکل، اور اخلاقِ حسنہ پیدا ہوں۔ یہ تربیت انسان کے ظاہری اعمال کے پیچھے چھپے ارادوں اور نیتوں کو پاک کرنے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کی جاتی ہے۔

قرآن کی روشنی میں تزکیہ نفس (باطنی تربیت) کی اہمیت

روح اور جسم ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ دونوں کا عالم جدا ہے۔ دونوں کے تقاضے الگ بلکہ باہم مخالف ہیں۔ ان دونوں کی ترقی ایک ساتھ ممکن نہیں ہے۔ روح کے لئے جسم اور مادے کی دنیا ایک قید خانہ ہے۔ دنیوی زندگی کے تعلقات اور دلچسپیاں وہ ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ہیں جن میں روح جکڑی جاتی ہے۔ دنیا کے کاروبار اور معاملات وہ دلدل ہیں جس میں پھنس کر روح کی پرواز قید ہو گئی ہے۔ روحانیت اور دنیاداری کے راستے ایک دوسرے سے بالکل الگ ہو گئے جن لوگوں نے دنیاداری اختیار کی وہ اول ہی قدم پر مایوس ہو گئے کہ یہاں روحانیت ان کے ساتھ نہ چل سکے گی[2]۔ انسان کا وجود جسم اور روح دونوں کا مرکب ہے۔ جسم اور روح دونوں کے الگ الگ تقاضے ہیں اور یہ تقاضے ان کی فطری اور طبعی صلاحیتوں کے مطابق ہیں۔ انسانی جسم کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے اور مٹی میں پستی وگھٹیا پن، ضلالت، گمراہی، حیوانیت و بہیمیت، شیطانیت اور سرکشی جیسی خاصیتیں پائی جاتی ہیں۔ اسی لیے نفس انسانی فطری طور پر برائیوں کی طرف رغبت دلاتا رہتا ہے۔ گویا گناہوں کی آلودگیاں اور حق سے انحراف نفس انسانی کی فطرت میں شامل ہے، اسی کے پیش نظر دین اسلام میں تزکیہ نفس (باطنی تربیت) پر زور دیا گیا ہے۔ تزکیہ نفس (باطنی تربیت) کی اہمیت قرآن کی نظر میں مندرجہ ذیل طریقوں سے بیان کی گئی ہے۔

تزکیۂ نفس اسلامی تصوف کی ایک اصطلاح ہے، جس سے مراد نفس کو آلائشوں سے پاک صاف کرنا۔ تزکیہ کا لفظی معنی ہے پاک صاف کرنا، نشو و نما کرنا۔ قرآن کریم اور آحادیث مبارکہ میں کثرت کے ساتھ تزکیہ نفس کے بارے میں حکم آیا ہے۔ اس سے مراد نفس کو گناہوں، بری عادات اور دنیاوی لالچ سے پاک کرنا، خود احتسابی، ندامت، اور توبہ کے ذریعے دل کی صفائی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے تزکیہ نفس پر زور دیا اور فرمایا:

"هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ"

"وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے[3]۔"

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى"

CC BY

"بیشک اس نے فلاح پائی جس نے اپنے آپ کو پاک کر لیا۔[4]"

لہٰذا تزکیہ نفس سے مراد ہے کہ نفس انسانی میں موجود شر کے فطری غلبہ کو دور کرنا اور اسے گناہوں کی ان آلودگیوں اور آلائشوں سے پاک کرنا جو روحانی نشو ونما میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہیں۔ ان تمام بدی کی خواہشات پر غلبہ پالینے کا عمل تزکیۂ نفس کہلاتا ہے۔

قرآن کریم میں ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

"قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا۔ وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا"

"یقیناوہ مراد کو پہنچا جس نے (اپنے) نفس کو پاک کر لیا اور نامراد ہوا جس نے اسے خاک میں ملا دیا۔[5]"

قرآن کریم میں ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

"كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ"

"اسی طرح ہم نے تمہارے اندر تمہیں میں سے (اپنا) رسول (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں (نفسًا و قلبًا) پاک صاف کرتا ہے اور تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت و دانائی سکھاتا ہے اور تمہیں وہ (اسرارِ معرفت و حقیقت) سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے[6]۔"

تزکیہ نفس میں دیگر ضروری عوامل جن کی بدولت باطنی تربیت پروان چڑھتی ہے وہ مندرجہ ذیل طریقوں سے بیان کیا گئے ہیں:

ا۔ اخلاص (خالص نیت)

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے اور احادیث نبوی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایمان کو تمام ظاہری و باطنی اقوال و افعال اور اعمال و احوال میں نیّت کو مستحضر رکھنے، اُس کو ٹٹولتے رہنے اور اُس میں اخلاص کی چاشنی کو باقی رکھنے کی تعلیم دی ہے۔ تمام اعمال کا دار و مدار اخلاصِ نیّت پر ہی ہوتا ہے اور اچھی نیّت ہی تمام اعمال و افعال کی جڑ اور بنیاد ہوتی ہے۔ چناں چہ نیّت اگر خالص ہو گی تو اعمال جان دار ہوں گے اور نیّت اگر خراب ہو گی تو اعمال میں وزن نہیں رہے گا۔ اچھی نیّت سے اعمال اچھے اور بُری نیّت سے اعمال بُرے ہو جاتے ہیں۔ نیّت صاف ہو تو انسان کی منزل اُس کے لیے آسان ہو جاتی ہے اور اگر نیّت خراب ہو یا اُس میں فتور واقع ہو جائے تو قدم قدم پر انسان کو ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں، ذلیل و خوار ہونا پڑتا ہے اور بالآخر منزل مقصود تک پہنچنا اُس کے لیے ناممکن ہو کر رہ جاتا ہے[7]۔

اللہ عزوجل قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

"وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوا الزَّكٰوةَ"

"اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نرے اسی پر عقیدہ لاتے ایک طرف کے ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں[8]۔"

اِس آیت مبارکہ میں اِخلاص کے ساتھ شرک و نفاق سے دور رہ کر اللہ عزوجل کی بندگی کرنے اور تمام دینوں کو چھوڑ کر خالص اسلام کے متبع (پیروکار) ہو کر نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں، مفہوم:

"لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ"

"اللہ کو نہ اُن کا گوشت پہنچتا ہے، نہ اُن کا خون، لیکن اُس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے[9]۔"

اسی طرح احادیث مبارکہ میں بھی اخلاصِ نیّت کی بڑی اہمیت وارد ہوئی ہے، چناں چہ ایک حدیث میں آتا ہے، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، مفہوم:

"إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ، وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ، فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ"

"ہر عمل کا دار و مدار نیّت پر ہے، اگر نیت درُست ہے تو اجر کا مستحق ہے، جو اللہ اور رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے ہجرت کرتا ہے تو اُس کی ہجرت اللہ اور رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے ہوتی ہے، لیکن اگر دُنیا یا کسی عورت کے لالچ میں ہجرت کرتا ہے تو جس غرض کے لیے ہجرت کرتا ہے اُس کی ہجرت اسی غرض کے لیے شمار کی جاتی ہے[10]۔"

CC BY

۲۔ تقویٰ

تقویٰ کا مطلب ہے پرہیز گاری، نیکی اور ہدایت کی راہ۔ تقویٰ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جس کے حاصل ہو جانے کے بعد دل کو گناہوں سے جھجک معلوم ہونے لگتی ہے اور نیک کاموں کی طرف اس کو بے تابانہ تڑپ ہوتی ہے۔۔ خدا کو تقویٰ پسند ہے۔ ذات پات یا قومیت وغیرہ کی اس کی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں۔ ترجمہ: خدا کے حضور میں سب سے قابل عزت واحترام وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ یہ قرآن پاک کا ارشاد ہے۔ تقویٰ دینداری اور راہ ہدایت پر چلنے سے پیدا ہوتا ہے۔ بزرگان دین کا وصف اولین تقویٰ رہا ہے۔ قرآن پاک متقی لوگوں کی ہدایت کے لیے ہے۔ افعال واقوال کے عواقب پر غور وخوص کرنا تقویٰ کو فروغ دیتا ہے۔

تقویٰ کردار کا ایک ایسا وصف ہے اگر یہ حاصل ہو جائے تو تمام تر زندگی درست ہو جائے گی۔ تقویٰ گناہوں سے بچنے کا نام ہے مثلاً نظر کو غلط دیکھنے سے بچانا، کانوں کو غلط باتیں سننے سے بچانا وغیرہ تقویٰ کو حاصل کرنے کا طریقہ ہے کہ خود کو گناہوں پر وعید سے اگاہ کیا جائے بار بار ان احادیث کو سنایا پڑھا جائے جن میں مختلف گناہوں پر وعیدیں موجود ہوں۔ تین باتیں خصوصاً ذہن نشین کی جائیں، اللہ ساتھ ہے، اللہ دیکھ رہا ہے۔ اللہ سن رہا ہے۔

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ"

"اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا اُس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہر گز نہ مرنا مگر مسلمان[11]۔"

"اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ"

"بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے[12]۔"

۳۔ صبر

"صبر" کے لغوی معنی رکنے، ٹھہرنے یا باز رہنے کے ہیں اور نفس کو اس چیز پر روکنا (یعنی ڈٹ جانا) جس پر رکنے (ڈٹے رہنے کا) عقل اور شریعت تقاضا کر رہی ہو یا نفس کو اس چیز سے باز رکھنا جس سے رکنے کا عقل اور شریعت تقاضا کر رہی ہو صبر کہلاتا ہے۔ بنیادی طور پر صبر کی دو قسمیں ہیں، ایک بدنی صبر جیسے بدنی مشقتیں برداشت کرنا اور ان پر ثابت قدم رہنا۔ دوسرا طبعی خواہشات اور خواہش کے تقاضوں سے صبر کرنا۔ پہلی قسم کا صبر جب شریعت کے موافق ہو تو قابل تعریف ہوتا ہے لیکن مکمل طور پر تعریف کے قابل صبر کی دوسری قسم ہے[13]۔

اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

"وَ اصْبِرُوْا- اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ"

"اور صبر کرو بیشک اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے[14]۔"

حضور نبی رحمت شفیعِ اُمت ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

"جب میں اپنے کسی بندے کو اُس کے جسم، مال یا اولاد کے ذریعے آزمائش میں مبتلا کروں، پھر وہ صبر جمیل کے ساتھ اُس کا استقبال کرے تو قیامت کے دن مجھے حیا آئے گی کہ اس کے لیے میزان قائم کروں یا اس کا نامۂ اعمال کھولوں[15]۔"

۴۔ شکر

"شکر کی حقیقت نعمت کا تصور اور اُس کا اظہار ہے، جبکہ ناشکری نعمت کو بھول جانا اور اس کو چھپانا ہے[16]۔" تفسیر صراط الجنان میں ہے: "شکر کی تعریف یہ ہے کہ کسی کے احسان ونعمت کی وجہ سے زبان، دل یا اَعضاء کے ساتھ اس کی تعظیم کرنا۔" خوشحالی میں شکر کرنے والا شاکر ہے جب کہ مصیبت میں شکر کرنے والا شکور ہے۔ عطاء (یعنی دینے) پر شکر کرنے والا شاکر ہے جبکہ منع (یعنی نہ دینے) پر شکر کرنے والا شکور ہے۔

اللہ عزوجل قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

"لَىٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ وَ لَىٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ"

"اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دوں گا اور اگر ناشکری کرو تو میرا عذاب سخت ہے[17]۔"

CC BY

۵۔ذکروفکر

ذکر تین طرح کا ہوتا ہے، زبانی، قلبی، اعضاءِبدن کے ساتھ۔ زبانی ذکر میں تسبیح وتقدیس، حمد وثناء، توبہ واستغفار، خطبہ ودعا اور نیکی کی دعوت وغیرہ شامل ہیں۔ قلبی ذکر میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرنا، اس کی عظمت و کبریائی اور اس کی عظیم قدرت کے دلائل میں غور کرنا داخل ہے نیز علماء کا شرعی مسائل میں غور کرنا بھی اسی میں داخل ہے۔اعضاءِبدن کے ذکر سے مراد ہے کہ اپنے اعضاء سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کی جائے بلکہ اعضاء کو اطاعتِ الٰہی کے کاموں میں استعمال کیا جائے۔ کثرتِ ذکرِ الٰہی دینی اعتبار سے مطلوب، تزکیہِ نفس میں نہایت معاون اور اِس کے نتیجے میں قلبی رذائل کا خاتمہ اور روحانی فضائل کا اضافہ ہوتا ہے[18]۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

''فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِيْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ''

''توتم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکرا دا کرو اور میری ناشکری نہ کرو[19]۔''

''وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ''

''اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ تم کامیاب ہو جاؤ[20]۔''

دوسرے مقام پر اہل ذکر کو بخشش اور عظیم ثواب کی خوش خبری دیتے ہوئے فرمایا:

''وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا''

''اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لیے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے[21]۔''

فکر کا لفظ بھی درحقیقت عربی سے ماخذ ہے، جس کے معانی خیال، سوچ بچار کے ہیں اس کے مترادف اندیشہ، دھیان، خیال، تردد، تدبر کے ہیں۔فکر کا مرکز دماغ ہے۔ قرآن کریم میں جابجا غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے۔

''اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا''

''توکیاغور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے[22]۔''

''أَفَلا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفالُها''

''کیا یہ لوگ غور نہیں کرتے قرآن میں ؟ یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں[23]۔''

تصوف کی اصطلاح کے طور پر فکر کو ذکر کے مقابلہ میں لیا ہے اور لکھا ہے "ارباب تصوف عام طور پر فکر کے مقابلے میں ذکر کو استعمال کرتے ہیں، اس لحاظ سے فکر کا ترجمہ تصور یا مراقبہ بھی ہو سکتا ہے، فکر میں مشغول صوفی جب کسی حالت میں مستغرق ہوتا ہے تو دراصل وہ بعض افکار کے اتار چڑھاو یا اپنے تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں غور وفکر کرتا ہے[24]۔

۶۔روحانی ترقی:

لوگ صرف دولت کمالینے کو ہی ترقی تصور کرتے ہیں۔ مگر دنیا بھر کا دھن اکٹھا کر لینے اور مال وزر جمع کر لینے کے بعد اگر روح پُرسکون نہیں ہے اور اضطراب کا شکار ہے تو آپ نے زندگی سے کیا پایا؟سکون کی دولت پانے کے لئے لازم ہے کہ آپ کی روح پیاسی اور بے تاب نہ ہو۔ روح کی پاکیزگی کے لئے ضروری ہے کہ آپ رزائلِ اخلاق مثلاً جھوٹ، لالچ، حسد، منافقت، غصہ، چوری، نفرت وغیرہ سے اپنی ذات اور شخصیت کو آہستہ آہستہ پاک کریں۔ جسم مادے سے بنا ہے اور ہمیں زمین کی طرف کھینچتا ہے جب کہ روح ایسا امرِ ربی ہے جو نور سے تشکیل پائی ہے وُہ ہمیں کائنات کی وسعتوں کی طرف لے جانے کی کوشش کرتی ہے۔ تزکیہ نفس (باطنی تربیت) کے ذریعے انسان اللہ کے قرب (قربِ الٰہی) کا طلب گار بنتا ہے۔

۲۔علامہ محمد اقبالؒ کے افکار میں تزکیہ نفس (باطنی تربیت)

ا۔فکر علامہ محمد اقبالؒ

علامہ اقبال کو دور جدید کا صوفی سمجھا جاتا ہے۔ جنوبی ایشیا کے اردو اور ہندی بولنے والے لوگ محمد اقبال کو شاعر مشرق کے طور پہ جانتے ہیں۔ محمد اقبال حساس دل ودماغ کے مالک تھے آپ کی شاعری زندہ شاعری ہے جو ہمیشہ برصغیر کے مسلمانوں کے لیے مشعل راہ بنی رہے گی۔یہی وجہ ہے کہ کلام اقبال دنیا کے ہر حصے میں پڑھا جاتا ہے اور مسلمانان برصغیر اسے بڑی عقیدت کے ساتھ زیر مطالعہ رکھتے اور ان کے فلسفے کو سمجھتے ہیں۔اقبال نے نئی نسل میں انقلابی روح پھونکی اور اسلامی عظمت کو اجاگر کیا۔ان کے کئی کتب کے انگریزی، جرمنی، فرانسیسی، چینی، جاپانی اور دوسری زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں۔ جس سے بیرون ملک بھی لوگ آپ کے متعرف ہیں۔بلا مبالغہ علامہ اقبال ایک عظیم مفکر مانے جاتے ہیں۔ اپنی آخری سالوں میں، وہ روحانی رہنمائی کے لیے لاہور

CC BY

میں مشہور صوفی علی ہجویری کے درگاہ کا اکثر دورہ کرتے رہے۔ علامہ محمد اقبالؒ مسلمان کیلئے قرآن کی تعلیم کو اولیت دیتے ہیں کیونکہ اسلام کا مقصد ایسے انسان کو پروان چڑھانا ہے جو ہادیٔ برحق کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنی زندگی کے ہر عمل کو ان کے تابع کر دے۔ اقبال دورِ جدید کے مسلمان میں حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علیؓ اور حضرت امام حسینؓ، محمد بن قاسم، طارق بن زیاد، سلطان محمود غزنوی، صلاح الدین ایوبی، نورالدین زنگی، خالد بن ولید جیسی صفات کا عکس دیکھنا چاہتے ہیں۔ اقبال مسلمان کی تعلیم کا اولین مقصد خود نگری اور خود شناسی کو قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک جو شخص تعلیم حاصل کرنے کے باوجود اپنے آپ کو پہچاننے سے قاصر ہے، اپنی ذات کے ادراک سے بے بہرہ ہے در حقیقت وہ جاہل ہے۔ علامہ اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ مسلمان مغربی تعلیم کے زیرِ اثر اپنے مذہب، اپنی تہذیبی روایات کے ساتھ ساتھ اپنی اقدار کو بھی فراموش کر چکے ہیں۔ اقبال اس دور کے حالات سے خائف تھے کیونکہ مغربی تعلیم مسلمان کو زوال کی جانب دھکیل رہی تھی۔ اقبال اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانوں کو ایسی تعلیم کی طرف راغب کرتے ہیں جو اسلامی تعلیمات سے منافرت کی بجائے مسلمان کے دل میں عشق حقیقی کے لطیف جذبات پیدا کرے[25]۔

فکر علامہ محمد اقبالؒ میں تزکیہ نفس

علامہ محمد اقبالؒ کی شاعری میں تزکیہ نفس (روحانی تربیت) پر بہت زور دیا گیا ہے۔ آپؒ کی شاعری میں مسلمانوں کے زوال کی ایک اہم وجہ بھی ہے روحانیت سے دوری کرار دیا ہے۔ اقبال کے مطابق جب مسلمان قرآن و سنت سے ہٹ کر دوسری فکری تحریکوں کا شکار ہوئے تو ان کی روحانی و اخلاقی بنیادیں متزلزل ہو گئیں۔ ان کے نزدیک دین کی روح کو ترک کرنے کو زوال کی بڑی وجہ قرار دیا۔ صرف ظاہری عبادت یا رسم و رواج کو کافی نہیں سمجھا بلکہ باطنی بیداری اور تقویٰ کو ضروری جانا۔ جس کی عکاسی یہ شعر کرتا ہے[26]۔

ے حیدری فقر ہے نے دولتِ عثمانی ہے
تم کو اسلاف سے کیا نسبتِ روحانی ہے؟
وہ زمانے میں معزّز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قُرآں ہو کر

اقبال کے مطابق تزکیہ نفس (باطنی تربیت) کا اصل میدان نفس کی اصلاح ہے[27]۔ انہوں نے بارہا اس بات پر زور دیا کہ بغیر مجاہدے کے روحانی بلندی حاصل نہیں کی جاسکتی۔ کہ تزکیہ نفس (باطنی تربیت) کے ذریعے ہی انسان قربانی، ضبط نفس، اور خلوص جیسی صفات حاصل کرتا ہے۔ اقبال نے خودی کی بیداری کے لیے قرآن سے تعلق کو لازمی قرار دیا ہے ان کے نزدیک قرآن اور سیرت النبی ﷺ تدبر، تفکر، اخلاقی و روحانی ترقی کے لیے نہایت ضروری ہے۔ اس کے بعد اپنے نفس کا محاسبہ انسان کو مرد مومن کی راہ کا مسافر بنا دیتا ہے اور وہ مجاہدہ و ریاضت سے باطنی پاکیزگی حاصل کرتا ہے اور یہ باطنی پاکیزگی عبادات، ذکر و فکر سے حاصل ہوتی ہے۔ علامہ اقبالؒ کے نزدیک حضور اکرم ﷺ کی ذات تزکیہ نفس (باطنی تربیت) کا کامل نمونہ ہے۔ وہ سیرت النبی ﷺ کو محض تاریخی واقعات کا مجموعہ نہیں سمجھتے بلکہ ایک زندہ، عملی اور روحانی دستورِ حیات سمجھتے ہیں۔ اقبالؒ کے ہاں سیرت النبی ﷺ دراصل "تکمیل انسانیت" کی راہ ہے، جو فرد کو روحانی پختگی، فکری بلندی اور اخلاقی عظمت عطا کرتی ہے۔

ے یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آدابِ فرزندی[28]

علامہ اقبالؒ کے نزدیک تزکیہ نفس کے عوامل مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ خودی

اقبالؒ کی تعلیمات میں "خودی" مرکز و محور ہے۔ ان کے مطابق خودی کی پرورش مجاہدہ، عشق، عمل اور روحانی تربیت سے ممکن ہے۔ اقبال کے نزدیک خودی انسان کی وہ باطنی طاقت ہے جو اسے تخلیق، ترقی اور عظمت کی راہ پر گامزن کرتی ہے۔ یہ انسان کے اندر چھپی ہوئی خدائی صفتوں کی جھلک ہے۔ خودی کی پرورش عمل، عشق (خالص محبت) اور خودداری سے ہوتی ہے۔ یہ دنیا سے بے نیازی، اللہ پر بھروسہ اور خود پر اعتمادی سکھاتی ہے۔ علامہ اقبال کے نزدیک "خودی" وہ جوہر ہے جو انسان کو اپنے اصل مقام، مقصدِ حیات اور نیابت الٰہی تک پہنچاتا ہے۔ یہ خدا سے تعلق کی بنیاد ہے، خود اعتمادی، کردار اور اختیار کی علامت ہے، فنا کے بجائے بقا کا تصور دیتی ہے۔

ے خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے، بتا تیری رضا کیا ہے[29]

OPEN ACCESS
CC BY

اقبالؒ کے خیال میں مسلمان کے اندر خوف، کم ہمتی اور بزدلی نے انہیں مغلوب بنادیا ہے۔ وہ جرت غیرت اور خود اعتمادی کے قائل تھے۔ ان تعلیم معاشرہ میں مرد مومن کی تلاش تھی، اقبال کا مرد مومن ایک مثالی کردار ہے، صاحب علم، بلند کردار، باعمل، باہمت ہے۔ اقبال کے نزدیک ان اوصاف کے ضرورت ہے تاکہ معاشرہ پھر سے قائم ہو سکے اور اخلاقی پستی دور ہو سکے۔ جس کا اظہار انکے ان مختلف اشعار میں بھی واضع ہو گا

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نُوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ وَر پیدا[30]

۲۔ عشق

اقبال کے ہاں عشق ایک محض جذباتی کیفیت نہیں بلکہ عمل، قربانی اور سوز و گداز سے بھرپور ایک طاقتور قوت ہے۔ عشق وہ جذبہ ہے جو خودی کو جلا بخشتا ہے۔ انسان کو دنیا کے جھوٹے بتوں سے آزاد کرتا ہے انسان کو "عبد" سے مرد مومن بناتا ہے۔ اقبال عشق کو صرف ایک جذباتی عمل نہیں بلکہ معاشرتی انقلاب اور روحانی معراج کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ عشق انسان کو خود پر قابو پانا سکھاتا ہے، عشق اسے اپنے رب سے جوڑتا ہے اور پھر عشق کے زیر اثر وہ خدمت خلق اور اقامت دین کی طرف بڑھتا ہے۔ اقبال عشق کو عقل پر فوقیت دیتے ہیں کیونکہ عشق خدا سے وصال کا راستہ ہے، جب کی عقل محض تدبیر تک محدود ہے۔

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ[31]

۳۔ روحانی ارتقاء

اقبالؒ مسلمانوں کو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ اپنے رب سے دل کی بینائی طلب کر، دل کی بینائی جن کو مل جاتی ہے انکی منزل انکے سامنے ہوتی ہے اور جو صرف انکھ کی بینائی پر ہوتے ہیں وہ ظاہر تو اچھا بنا سکتے ہیں مگر انکا باطن میلا ہی رہتا ہے۔ اس لیے مرد مومن کو انکھ کی بینائی سے زیادہ دل کی بینائی چاہیے۔ اقبال کے نزدیک آج بہت ترقی ہوئی ہے، آج علم کی حدود چاند تک پھیلی ہوئی ہیں۔ آج لوہا ہوا میں اُڑ رہا ہے۔ آج انسان نے مہیب سمندروں اور فضائوں کو روند کر رکھ دیا ہے لیکن ساری کائنات میں کوئی رومی، کوئی جنید اور کوئی عطار نظر نہیں آتا۔

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں[32]

کیا غضب ہے کہ اس زمانے میں
ایک بھی صاحب سرور نہیں[33]

صاحب سرور آئے کہاں سے؟ یہ چیز پیدا ہوتی ہے جبکہ آج کے اہل علم اور عاقل ان لذتوں سے نا آشنا ہیں۔ جب انسان اپنے من میں ڈوب کر اللہ کو پالیتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ قطرہ سمندر میں جذب ہو کر بے کراں بن گیا ہے اور روح حدود زمان و مکاں سے باہر پرواز کر کے کائنات کی وسعتوں میں پھیل چکی ہے۔ انسان گھٹن سے نکل کر سکون اور فراخی قلب و نظر محسوس کرتا ہے۔ علامہ اقبال کے نزدیک تعلیم کا مقصد صرف مادی ضروریات کی فراہمی نہیں بلکہ روحانی صلاحیتوں کو جلا بخشنے کا نام ہے کیونکہ وہ تعلیم جو روحانیت سے عاری ہے انسان کو بے دینی کی طرف لے جاتی ہے۔ ایسا فرد شیطان کے مماثل ہے۔ اقبال ایسی تعلیم کا درس دیتے ہیں جو مسلمان نوجوان میں خودی کے جذبے کو پروان چڑھائے اور اس کی عزت نفس کو مضبوط بنانے میں مددگار ثابت ہو۔ اس کے برعکس وہ علم جو روحانی صلاحیتوں کو جِلا بخشنے کی بجائے صرف جسمانی لذتوں اور آسائشوں کی فراہمی تک محدود ہو مسلمان کیلئے زہر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اقبال نے مسلمانوں کی اس روش پر تنقید کی ہے کہ وہ اپنی فکری و عملی رہنمائی کے لیے غیروں کے محتاج ہو گئے اور اپنی خود مختاری کھو بیٹھے ہیں۔ اقبال کے نزدیک فقر یعنی روحانی دولت، قناعت اور اللہ پر بھروسہ مسلمانوں کی اصل طاقت ہے جب وہ دولت و اقتدار کے پجاری بنے تو کمزور ہو گئے۔

نگاہ بلند سخن دل نواز جاں پر سوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے[34]

اقبال اس بات سے خوفزدہ ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمان کا دل مغربیت زدہ ہونے کے باعث نفسانی خواہشات کا بُت کدہ بن کر نہ رہ جائے۔ اقبال مادہ پرستی کی بجائے روحانیت کی تلقین کرتے ہیں۔ انہیں ملال ہے تو اس بات کا کہ انسان نے مادیت پرستی کی دوڑ میں ناممکنات کو ممکنات میں بدل دیا ہے۔ انسان مچھلی کی طرح پانی میں تیرنا سیکھ چکا ہے لیکن اپنی روح کی وسعتوں میں سفر نہیں کر سکا جس کے باعث اس کا بدن تو بیدار ہے مگر روح خوابیدہ ہو چکی ہے۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں
نظر آتی ہے اس کو اپنی منزل آسمانوں میں
نہ ہو نومید، نومیدی زوالِ علم و عرفاں ہے

اُمیدِ مردِ مومن ہے خدا کے راز دانوں میں
نہیں تیرا نشیمن قصرِ سُلطانی کے گُنبد پر
تو شاہیں ہے، بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں[35]

۴۔ اقبال کا تصورِ تعلیم اور تزکیہ نفس

اقبالؒ کے مطابق تعلیم کا مقصد صرف علم حاصل کرنا نہیں بلکہ شخصیت سازی اور روحانی ارتقاء ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ تزکیہ نفس (باطنی تربیت) کے بغیر تعلیم ادھوری ہے۔ علم بے تربیت فتنہ ہے، اور تربیت علم کے بغیر بے معنی۔ علامہ اقبالؒ فرد کی تزکیہ نفس (باطنی تربیت) کو قومی ترقی کے لیے بنیادی شرط قرار دیتے ہیں۔ ان کے مطابق جب تک فرد اپنی روحانی صلاحیتوں کو نہیں پہچانتا، وہ قوم کے کسی بڑے مقصد کا حصہ نہیں بن سکتا۔ اقبال فرد کی اصلاح کو امت کی اصلاح کی بنیاد سمجھتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان نوجوان خودی کی شعوری تربیت کے ذریعے ایسا انسان بنے جو ایمان، عمل اور قیادت کا عملی نمونہ ہو۔

؎ افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا[36]

۵۔ تصورِ خودی کا نفسیاتی پہلو

اقبالؒ نے خودی کو محض فلسفیانہ یا روحانی تصور کے طور پر پیش نہیں کیا، بلکہ وہ اسے ایک نفسیاتی حقیقت کے طور پر بھی دیکھتے ہیں۔ ان کے مطابق، خودی ایک ارتقائی عمل ہے جو داخلی جدوجہد کے ذریعے پروان چڑھتی ہے۔ اس عمل میں ارادہ، علم و عرفان، وجدان اور وجدانی قوت، عملی جدوجہد یہ وہ عناصر ہیں جو انسان کی نفسیاتی تربیت کا حصہ بن کر اس کی خودی کو مستحکم کرتے ہیں۔ اقبال انسان کو اپنی باطنی قوتوں کا ادراک کرنے اور انہیں بروئے کار لانے کی ترغیب دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ بدن کی ترقی ایک سطح پر آکر رک جاتی ہے جبکہ انسان کی باطنی شخصیت کی نشو و نما اور ترقی کے امکانات لامحدود ہیں۔ ایک مستحکم خودی ہی انسان کو فقر میں بھی شہنشاہی کی شان عطا کرتی ہے اور کائنات کے ذرے ذرے کو اس کے تصرف میں لے آتی ہے۔ اقبال کے نزدیک عشق وہ ناقابل تسخیر قوت ہے جو غلاموں کو بھی خود آگاہی کی دولت عطا کر کے اسرارِ شہنشاہی آشکار کر دیتی ہے۔ یہ دراصل حقیقی عرفان کا راستہ ہے۔

۶۔ تزکیہ نفس (باطنی تربیت) کے عملی پہلو

اقبال صرف نظریات پیش نہیں کرتے بلکہ ان کی تعلیمات میں تزکیہ نفس (باطنی تربیت) کے عملی طریقے بھی موجود ہیں، اگرچہ وہ صوفیانہ ریاضتوں کی مخصوص شکلوں کی بجائے ایک متحرک طرزِ زندگی پر زور دیتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک، کائنات میں غور و فکر اور قرآن کے انکشافات پر تدبر انسان کی باطنی بصیرت کو جلا بخشتا ہے۔ یہ محض سطحی علم نہیں بلکہ گہرا قلبی مشاہدہ ہے۔ عصر حاضر میں، جہاں معلومات کی فراوانی ہے لیکن غور و فکر کی کمی ہے، یہ پہلو بہت اہم ہو جاتا ہے۔ اقبال کے ہاں تزکیہ نفس (باطنی تربیت) کا ایک لازمی جزو عملِ پیہم ہے۔ وہ بیٹھے بٹھائے سکون اور معرفت حاصل کرنے کے قائل نہیں تھے۔ ان کے نزدیک، چیلنجز کا سامنا کرنا، مشکلات پر قابو پانا اور جدوجہد کرتے رہنا ہی انسان کی خودی کو پروان چڑھاتا ہے۔ یہ قوتِ ارادی کو مضبوط کرتا ہے اور انسان کو باطنی طور پر مستحکم بناتا ہے۔ اقبال کا تصورِ خودی دراصل نفیِ ذات (خواہشاتِ نفسانی اور خود غرضی کا خاتمہ) سے شروع ہو کر اثباتِ ذات (اپنی حقیقی قدر و قیمت اور رب سے تعلق کا ادراک) تک پہنچتا ہے۔ یہ باطنی پاکیزگی کا عمل ہے جہاں انسان اپنی انا کو ترک کر کے اللہ کے احکامات کے تابع ہو جاتا ہے۔ اقبال کے نزدیک، عشقِ رسولؐ اور آپؐ کی سیرتِ طیبہ کی اتباع تزکیہ نفس (باطنی تربیت) کی بنیاد ہے۔ یہ عشق انسان کے قلب کو منور کرتا ہے اور اسے حقیقی قربِ الٰہی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ عصر حاضر میں سیرت کا گہرا مطالعہ اور اس پر عمل، باطنی سکون اور رہنمائی کا بہترین ذریعہ ہے۔ اقبال نماز کو خودی کی پرورش اور قوتِ باطنی کے حصول کا ایک اہم ذریعہ سمجھتے تھے۔ نماز دراصل انسان کا اپنے رب سے براہ راست تعلق قائم کرنے اور اپنی روح کو پاک کرنے کا ایک عمل ہے۔

۷۔ اقبال اور اخلاقی تربیت

تزکیہ نفس (باطنی تربیت) کا اہم جزو اخلاقی اصلاح ہے۔ اقبالؒ کے مطابق اعلیٰ اخلاق، جیسے صبر، شجاعت، صداقت، عفت، ایثار یہ تمام صفات ایک باطن سے جڑے ہوئے فرد کی علامت ہیں۔ اگر باطن خالص نہ ہو تو اخلاقی اقدار محض ظاہری نمائش بن جاتی ہیں۔ اقبال کے نزدیک جھوٹ، منافقت، حسد، دنیا پرستی، فرقہ بندی انسان کے اخلاقی تربیت کی رکاوٹ ہے۔ جب انسان ان معاملات سے اپنے آپکو الگ کر لیتا ہے تو وہ مردِ مومن بن سکتا ہے، جس کی خودی مستحکم، ایمان مضبوط، اور روح باطنی طور پر منور ہو۔ مردِ مومن کا تصور تزکیہ نفس (باطنی تربیت) کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔

؎ ہزار خوف ہو، لیکن زباں ہو دل کی رفیق

OPEN ACCESS
CC BY

یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق[37]

۳۔علامہ اقبال اور تصوف

اقبال نے قرآن، سیرت النبی ﷺ، مولانا روم، غزالی، ابن العربی، مجدد الف ثانی اور دیگر صوفیا سے روحانی تربیت کے تصورات اخذ کیے۔ ان کی فکر میں اسلامی صوفیانہ روایت کا گہرا اثر ہے، لیکن وہ جامد تصوف کے ناقد ہیں جو عمل سے گریز کا سبب بنتی ہے۔ اقبال نے تصوف کی روحانی قدروں کو تسلیم کیا، لیکن وہ ایسے تصوف کے مخالف تھے جو ترکِ دنیا، جبر، اور غیر عملی رویوں کو فروغ دے۔ وہ فعال، بیدار اور باعزم صوفی چاہتے تھے۔ اقبال تصوف کے اس حصے کی قدر کرتے تھے جو اخلاق و عمل سے تعلق رکھتا ہے اور طبیعت پر سوز و گداز کی حالت طاری کرتا ہے۔ تاہم، وہ تصوف کے اس مروجہ تصور کے ناقد تھے جو انسان کو بے عملی، تارک الدنیا ہونے اور صرف کرامات و معجزات کی طلب تک محدود کر دیتا ہے۔ وہ وحدت الوجود کے اس پہلو کے بھی خلاف تھے جو فرد کی انفرادیت کو مٹادے اور انسان کو حرکت و عمل سے روک دے۔ ان کے نزدیک حقیقی تصوف خودی کو فنا کرنے کی بجائے اسے محکم اور پائیدار بناتا ہے۔ اقبال مادہ اور روح کی ثنویت کے قائل نہیں تھے۔ ان کے نزدیک روح کا خارجی پہلو زمان و مکان میں آکر مادہ دکھائی دیتا ہے، حالانکہ وہ روح کا محض مکانی اور زمانی پہلو ہے۔ وہ کائنات کو متحرک اور ارتقاپذیر سمجھتے تھے اور اسی طرح انسانی روح کے ارتقاء پر زور دیتے تھے۔ اپؒ متعدد اولیاء کے درباروں پر حاضر ہوتے رہے اور ان کے مزارات پر انوار و تجلیات کا مشاہدہ کرتے رہے جن کے اثرات اپ پر مرتب بھی ہوئے۔

ا۔اقبال کا عشق رسول ﷺ

علامہ محمد اقبالؒ کو حضور ﷺ سے عشق تھا۔ آپؒ نے حضور ﷺ کی شان میں بہت اشعار کہے جن سے اپ کے عشق کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ایک جگہ مداح سرائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کے نور سے شش جہت روشن ہیں۔ ترک، تاجیک اور عرب سب آپ کے غلام ہیں۔ آپ ﷺ نے جہان میں زندگی کی روشن کی، اور غلاموں کو آقائی سکھائی۔

؎ شش جہت روشن زتاب روئے تو
ترک و تاجیک و عرب ہندوے تو
در جہاں شمع حیات افروختی
بندگاں را خواجگی آموختی[38]

ذکر رسول کا ترانہ جب اقبال کی زبان پر جاری ہوتا ہے تو ان کی بے خودی، سرخوشی، سرگشتگی اور والہانہ جذب و کیف کا عالم قابل دید ہوتا ہے۔ اقبال حضور ﷺ کی شان بیان کرتے ہوئے آپ کی عظمت و جلال کا تذکرہ کرتے ہیں، اے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی لوح ہیں، آپ ہی قلم ہیں، علمی الٰہی صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے سب پر اشکارا ہوا، آپ ہی کا وجود مبارک قران مجید ہیں، اس لیے کہ آپ ہی خدا کے حکموں کو انسانوں تک پہنچانے کا ذریعہ بنے، یہ شیشے جیسا گنبد جسے ہم لوگ آسمان کہتے ہیں، کہ آپ کے سمندر میں ایک بلبلے کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ ﷺ کی شان میں نعتہ کلام پیش فرماتے ہیں[39]۔

؎ لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالمِ آب و خاک میں تیرے حضور کا فروغ
ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب
شوکت سنجر و تیرے جلال کی نمود
فقر و جنید بایزید تیرا جمال بے نقاب
شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب
تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پاگئے
عقل و غیاب و جستجو عشق حضور و اضطراب

۲۔اقبال حضرت شیخ مجدد کی قبر کی زیارت

؎ حاضر ہوا میں شیخ مجدّد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
اس خاک کے ذرّوں سے ہیں شرمندہ ستارے

CC BY

اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیِ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار [40]

اقبال فرماتے ہیں کہ میں شیخ مجدد الف ثانی کی قبر پر زیارت کے لیے گیا وہ اس خاک تلے دفن ہیں جس کو یہ شرف حاصل ہے کہ زیر آسماں نورانی تجلیوں کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے۔ شیخ مجدد کی قبر کی مٹی ایسی بلند پایہ مٹی ہے جس کے ذروں کی تابانی اور درخشانی کے روبرو ستاروں کی چمک بھی ماند پڑ جاتی ہے۔ یہی وہ خاک ہے جس میں شیخ مجدد الف ثانی جیسا اولوالعزم بزرگ محو خواب ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ آزادی فکر و نظر کے حوالے سے وہ ایسے کردار کے مالک تھے جنھوں نے اپنے عہد کے تمام حریت پسند انسانوں کو متاثر کیا۔ ان کا یہی کردار تھا کہ شہنشاہ جہانگیر جیسے شہنشاہ کے روبرو اپنے سر کو جھکانا گوارا نہ کیا۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ ہندوستان کی سرزمین پر انھوں نے ملت اسلامیہ کے مفادات اور تصورات کے تحفظ کا اور اس مقصد کے لیے کسی بڑی سے بڑی قربانی سے بھی گریز نہ کیا۔ اقبال کہتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی سے میں نے دست بستہ درخواست کی کہ آپ تو راز فطرت کے امین ہیں از راہ کرم مجھے بھی فقر کی دولت عطا کر دیں۔

۳۔ علامہ محمد اقبالؒ اور پیر کامل مولانا رومی

علامہ محمد اقبال ایسے مرد مومن اگر کسی ہستی سے متاثر نظر آئے تو اس شخصیت کے بلند مرتبہ ہونے پر مہر تصدیق ثابت ہو جاتی ہے۔ علامہ محمد اقبالؒ راہ سلوک اور معرفت الٰہی کے سلسلے میں سب سے زیادہ حضرت مولانا جلال الدین رومی کو پسند کرتے، انہیں اپنا پیر و مرشد تسلیم کرتے تھے اور فرماتے کہ

پیرِ رومی خاک را اکسیر کرد
از غبارم جلوہ ہا تعمیر کرد [41]

یعنی پیر رومی نے خاک کو اکسیر بنا دیا اور میری خاک سے کئی جلوے تعمیر کر دکھائے۔ مولانا جلال الدین رومی کا تعلق ترکی کے شہر قونیہ سے ہے۔ آپ بے مثال سکالر تھے۔ علامہ محمد اقبال ایک عظیم فلاسفر، "ایک بے مثال شاعر اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک سچے عاشق رسول ہیں۔ ان کی مولانا سے عقیدت اظہر من الشمس ہے تاہم کچھ روایات میں اقبال اور رومی کے تذکرے ملتے ہیں۔ دونوں کا زمانہ پون صدی کا فرق رکھتا ہے، ملاقات کیسے ممکن ہے۔ عالم مثال وہ دنیا ہے جہاں ہستیاں اپنے روحانی اجسام کے ساتھ اپنی لطافت کے سبب جہاں چاہے آ جا سکتی ہیں۔ مولانا روم کو پیر رومی اور اپنے آپ کو مرید ہندی کہہ کر سلسلہ کلام چلاتے ہیں۔ آپ اردو میں سوال کرتے ہیں اور مولانا روم اس کا فارسی میں جواب دیتے ہیں [42]۔ علامہ صاحب مولانا روم سے سوال کرتے ہیں:

چشمِ بینا سے ہے جاری جوئے خوں
علمِ حاضر سے ہے دیں زار و زبوں [43]

مولانا روم اس کا جواب دیتے ہیں:

علم را بر تن زنی مارے بود
علم را بر دل زنی یارے بود [44]

علامہ اقبال ان کو اپنے مرشد معنوی سے تعبیر کرتے ہیں ان کا کوئی مجموعہ کلام ایسا نہیں کہ جس میں علامہ موصوف نے اپنی عقیدت کے پھول مولانا روم کی بارگاہ میں پیش نہ کئے ہوں۔ "بال جبریل" میں فرماتے ہیں:

نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے
وہی آب و گِل ایراں، وہی تبریز ہے ساقی [45]

۴۔ عصر حاضر میں تزکیہ نفس (باطنی تربیت) کی ضرورت

عصر حاضر میں جہاں مادی ترقی اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے اور انسان بہت سی آسائشوں سے بہرہ مند ہو رہا ہے، وہیں روحانی اور اخلاقی گراوٹ بھی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ ایسے میں علامہ اقبال کے افکار، بالخصوص تزکیہ نفس (باطنی تربیت) کا تصور، انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ آج کا دور مادیت، الحاد، اور نفس پرستی سے بھرپور ہے۔ نوجوان نسل روحانی خلا کا شکار ہے۔ ان حالات میں اقبال کی تعلیمات

CC BY

نوجوانوں میں روحانی بیداری، کردار سازی اور اخلاقی تربیت پیدا کر سکتی ہے۔ اقبالؒ کا پیغام وقت کے ہر دور کے لیے ہے۔ ان کی فکر نہ صرف فرد کی روحانی تربیت کا سامان فراہم کرتی ہے بلکہ قوموں کی تشکیل کا نسخہ بھی پیش کرتی ہے۔ اگر ان کے افکار کو تعلیمی اداروں، میڈیا اور معاشرتی نظام میں شامل کیا جائے تو ایک صالح اور باکردار معاشرہ تشکیل دیا جا سکتا ہے۔

ہمارے زوال کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ ہم مغربی تہذیب کی اندھا دُھند تقلید کرتے کرتے اپنی اُخروی زندگی کو فراموش کر چکے ہیں اور محض جسمانی عیش و عشرت کو روحانی سکون پر ترجیح دینے لگے ہیں جس کے نتیجے میں ہمارے اندر پریشان حالی، نفسا نفسی، خود غرضی، غلامی، بے عملی، نمود و نمائش جیسی برائیاں جنم لے چکی ہیں جو لمحہ بہ لمحہ زوال کے اندھے گڑھے کی طرف لے جا رہی ہیں جبکہ اقبال کے نزدیک نفسانی خواہشات پر قابو پانا اور مفید علم کو عمل کے سانچے میں ڈھالنا ہی در حقیقت تعلیم ہے۔

سینہ روشن ہو تو ہے سوزِ سخن عین حیات
ہو نہ روشن و سخن مرگِ دوام اے ساقی[46]!

اقبال مسلمانوں کیلئے ایسی تعلیم کے حامی ہیں جو انہیں شاہین بنادے اور انہیں دنیا کی نظروں میں عزت و توقیر بخشے۔ اسی لئے وہ کہتے ہیں:

وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر[47]

آج کی دنیا کئی ایسے چیلنجز کا شکار ہے جن کا حل اقبال کے تزکیہ نفس (باطنی تربیت) کے افکار میں مضمر ہے:

۱۔ ذہنی صحت کے مسائل

ڈپریشن، اضطراب اور ذہنی دباؤ آج کے دور کے عام مسائل ہیں۔ اقبال کا فلسفہ خودی، جو انسان کو اپنی داخلی طاقتوں پر بھروسہ کرنے، زندگی کے مقصد کو سمجھنے اور اللہ پر توکل کرنے کا درس دیتا ہے، ذہنی صحت کے لیے ایک مؤثر علاج فراہم کرتا ہے۔ جب انسان اپنی باطنی قوتوں کو پہچانتا ہے تو بیرونی حالات اس پر زیادہ اثر انداز نہیں ہو پاتے۔

۲۔ معاشرتی انحطاط

حسد، بغض، فرقہ واریت اور عدم برداشت جیسے معاشرتی مسائل کی جڑیں انسان کے باطنی انحطاط میں ہیں۔ اقبال کی تعلیمات، جو ایک باطنی طور پر مضبوط اور مہذب فرد کی تشکیل کرتی ہیں، ایک صالح معاشرے کی بنیاد رکھ سکتی ہیں۔

۳۔ قیادت کا فقدان

اقبال نے خودی کی بیداری کے ذریعے ایسے افراد تیار کرنے کا خواب دیکھا تھا جو امت کی قیادت کر سکیں۔ آج بھی، جب دنیا کو حقیقی اور باطنی طور پر مضبوط قیادت کی ضرورت ہے، اقبال کے افکار رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ ایک لیڈر کو نہ صرف ظاہری علم میں ماہر ہونا چاہیے بلکہ اس کی باطنی شخصیت بھی اتنی مضبوط ہو کہ وہ چیلنجز کا مقابلہ کر سکے۔

۴۔ گلوبلائزیشن اور ثقافتی یلغار

آج کے دور میں، جہاں گلوبلائزیشن نے ثقافتوں کو آپس میں خلط ملط کر دیا ہے، نوجوان اپنی ثقافتی اور دینی شناخت کھو رہے ہیں۔ اقبال کا تصور خودی اور اپنی اقدار پر یقین ایک ڈھال فراہم کرتا ہے جو نوجوانوں کو اپنی ثقافتی جڑوں سے جوڑے رکھتا ہے اور انہیں مغربی تہذیب کی نقالی سے بچاتا ہے۔

۵۔ اخلاقی اقدار کی تنزلی

انسانیت میں اخلاقی اقدار کا تیزی سے زوال ہو رہا ہے۔ اقبال کے نزدیک، حقیقی علم وہ ہے جو انسان میں اخلاقی فضائل پیدا کرے۔ ان کے افکار انسان کو اندر سے پاکیزہ بناتے ہیں، جس سے اخلاقی اقدار کی پاسداری ممکن ہوتی ہے۔

۶۔ مادیت پرستی اور روحانیت کا توازن

آج کا انسان مادیت پرستی کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے، جس کے نتیجے میں اسے ذہنی پریشانیوں اور روحانی بے اطمینانی کا سامنا ہے۔ اقبال کا فلسفہ خودی، جو روحانیت اور مادی ترقی کے درمیان توازن پر زور دیتا ہے، عصر حاضر کے لیے ایک رہنما اصول فراہم کرتا ہے۔ یہ انسان کو سکھاتا ہے کہ مادی ترقی ضروری ہے لیکن روحانیت سے انحراف انسان کو اندر سے کھوکھلا کر دیتا ہے۔

۷۔ انفرادی اور اجتماعی خودی کا بحران

آج مسلم امہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر خودی کے بحران کا شکار ہے۔ دوسروں پر انحصار، بے عملی اور اپنے وجود کے مقصد سے غفلت عام ہے۔ اقبال کا فلسفہ خودی انسان کو اپنی ذات پر بھروسہ کرنے، اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے اور اپنی تقدیر کا خود مالک بننے کی ترغیب دیتا ہے۔ یہ موجودہ دور کے نوجوانوں کو اپنی چھپی ہوئی صلاحیتوں کو پہچاننے اور انہیں قوم کی ترقی کے لیے استعمال کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

CC BY

۸۔ تعلیمی نظام میں اصلاح

اقبال نے موجودہ تعلیمی نظام پر بھی تنقید کی تھی کہ وہ بچوں کو ظاہری تخمین سکھا کر باطنی دولت سے محروم کر رہا ہے۔ عصر حاضر میں بھی یہ مسئلہ درپیش ہے۔ تعلیمی نظام صرف مادی کامیابی پر زور دے رہا ہے، جبکہ اخلاقی اور روحانی اقدار کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ اقبال کے افکار کی روشنی میں ایسے تعلیمی نصاب کی تشکیل ہو جو خودی کی تربیت کرے اور طلباء کو خود آگاہی اور کردار سازی کی طرف راغب کرے۔

۹۔ جمود اور حرکت کا تقابل

اقبال نے ہمیشہ جمود اور بے عملی کی مخالفت کی اور حرکت و عمل پر زور دیا۔ موجودہ دور میں بھی مسلم معاشرے میں جمود اور تقلید پسندی کا رجحان پایا جاتا ہے۔ اقبال کا پیغام عمل، اجتہاد اور مسلسل جدوجہد کا ہے جو آج کے مسائل کا حل تلاش کرنے کے لیے ناگزیر ہے۔

۱۰۔ سوشل میڈیا اور روحانیت

سوشل میڈیا کے اس دور میں جہاں انسان کی توجہ بیرونی دنیا کی طرف مبذول رہتی ہے، تزکیہ نفس (باطنی تربیت) کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔ اقبال کا "اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی" کا پیغام آج کے انسان کو بیرونی خلفشار سے بچا کر اپنے اندر جھانکنے اور حقیقی سکون حاصل کرنے کی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

نتیجہ

علامہ اقبالؒ کی فکر میں تزکیہ نفس (باطنی تربیت) صرف ذاتی اصلاح کا عمل نہیں بلکہ یہ ایک انقلابی تحریک ہے جو فرد کو امت کی خدمت کے لیے تیار کرتی ہے۔ اقبال کا یہ پیغام آج بھی زندہ ہے اور دورِ جدید کے نوجوانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ علامہ اقبالؒ کی فکر کا مرکزی نکتہ روحانی و تزکیہ نفس (باطنی تربیت) ہے۔ ان کے نزدیک قوم کی تعمیر، فرد کی تربیت، اور انسانی ارتقاء سب کا آغاز باطن سے ہوتا ہے۔ عصر حاضر میں جب انسان مشینی زندگی کا اسیر بن چکا ہے، اقبالؒ کی فکر ایک روحانی انقلاب کا پیش خیمہ بن سکتی ہے۔ علامہ اقبال کے افکار میں تزکیہ نفس (باطنی تربیت)، خودی کی بیداری، روحانی ارتقاء اور عمل و جدوجہد کا تصور مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ افکار آج کے مادی اور روحانی طور پر مضطرب معاشرے کے لیے ایک مکمل رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ ان کے فلسفہ خودی کو عصری تقاضوں کے مطابق سمجھنا اور اس پر عمل کرنا، نہ صرف انفرادی طور پر انسان کی فلاح کا ضامن ہے بلکہ اجتماعی طور پر مسلم امہ کو دوبارہ عظمت رفتہ حاصل کرنے کی راہ دکھاتا ہے۔ علامہ اقبالؒ کے تزکیہ نفس (باطنی تربیت) کے افکار صرف فلسفیانہ مباحث نہیں ہیں بلکہ یہ ایک مکمل عملی ضابطہ حیات ہیں جو عصر حاضر کے بے شمار چیلنجز کا حل پیش کرتے ہیں۔ ان کے افکار کی روشنی میں ہمیں اپنے تعلیمی نظام، معاشرتی ڈھانچے اور انفرادی سوچ میں ایسی تبدیلیاں لانے کی ضرورت ہے جو خودی کی بیداری اور روحانی ارتقاء کا باعث بنیں، تاکہ ہم ایک مضبوط، متحرک اور روحانی طور پر مستحکم معاشرہ تشکیل دے سکیں۔

سفارشات

۱۔ اقبال کی فکر کو تعلیمی نصاب میں شامل کیا جائے اور نوجوانوں کو خودی، عشق اور روحانی مجاہدہ کا شعور دیا جائے، تاکہ وہ دینی و دنیاوی تعلیم کو یکجا کر کے ایک متوازن نظام تربیت اپنا سکیں۔ اس موضوع محقق کو اس کے مختلف پہلوؤں پر تحقیق کا موقع میسر آئے گا۔

۲۔ مساجد اور مدارس میں اقبالؒ کے افکار کو عام کیا جائے اور اسلامی روحانیات کو نصاب کا حصہ بنایا جائے اور طلبہ کو عملی عبادات، مراقبہ، اور محاسبہ نفس کی تربیت دی جائے۔

۳۔ سوشل میڈیا پر اقبال کی فکر کے نمائندہ اقتباسات کو فروغ دیا جائے۔ اس سلسلے میں مواد تیار کیا جانا نہایت ضروری ہے اور اگاہی سیمینار منعقد کروانے چاہیے تاکہ ائندہ نسل علامہ اقبالؒ کے روحانی افکار کو سمجھ کر ظاہری اسباب زوال کو ختم کر سکیں۔

مصادر و مراجع

۱۔ القرآن

۲۔ أحمد بن محمد الخلوتي الصاوي المالكي، تفسير الصاوی (لاہور: مکتبہ رشیدیہ، س:ن)

۳۔ سید روح الامین، حضرت علامہ محمد اقبال کا تصورِ تعلیم (لاہور: نوائے وقت، ۲۴ مئی ۲۰۲۵ء)

۴۔ رئیس احمد جعفری، اقبالؒ اور عشق رسول ﷺ (لاہور: بک کنگ، ۲۰۱۹ء)

۵۔ السید ابوالحسن علی بن عثمان الہجویری، کشف المحجوب، مترجم علامہ سید غلام معین الدین نعیمی (لاہور: عظیم اینڈ سنز پبلشرز، ۲۰۰۶ء)

CC BY

۶۔عتیقہ شاہین نیازی، علامہ اقبال اور پیر رومی (لاہور: نوائے وقت، ۹نومبر، ۲۰۲۱ء)

۷۔ڈاکٹر علی وقار قادری، علامہ اقبالؒ کے قرآنی افکار (لاہور: مکتبہ باب العلم، ۲۰۲۳ء)

۸۔محمد بن علی حکیم ترمذی، نوادر الأصول (لبنان، بیروت: دار النوادر، ۲۰۱۰ء)

۹۔علامہ محمد اقبال، ارمغان حجاز (انڈیا، علی گڑھ: علی گڑھ بک ڈپو، ۱۹۷۵ء)

۱۰۔علامہ محمد اقبال، بانگ درا (نظم طلوع اسلام، ۱۹۰۸ء)

۱۱۔علامہ محمد اقبال، بال جبریل (لاہور: اکبر بک سیلرز، س:ن)

۱۲۔علامہ محمد اقبال، جوابِ شکوہ (۱۹۱۳ء)

۱۳۔امام مسلم بن الحجاج القُشیری النیشاپوریؒ، صحیح مسلم (لاہور: ادارہ اسلامیہ، س:ن)

۱۴۔مفتی محمد قاسم عطاری، تفسیر صراط الجنان فی تفسیر القرآن (کراچی: مکتبہ المدینہ، مئی ۲۰۱۳ء)

۱۵۔علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادیؒ، خزائن العرفان (لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، س:ن)

۱۶۔مفتی محمد وقاص رفیع، اخلاص اور حُسنِ نیّت، ایکسپریس نیوز، ۲۳مئی ۲۰۲۵ء،

۱۷۔پروفیسر محمد یوسف خان، شرح اسرارِ خودی (لاہور: اقبال اکیڈمی، س:ن)

۱۸۔مرزا مقبول احمد، دائرہ معارف اسلامیہ (لاہور: دانش گاہ پنجاب)

۱۹۔سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلام کا روحانی نظام (تقریر 16مارچ 1948ء)، نوائے وقت، ۱۲جون، ۲۰۲۰ء

۲۰۔ آن لائن تحقیقی ڈیٹا بیس، banuri.edu.pk, rekhta.org, sufinama.org

حوالہ جات

---

[1]۔ڈاکٹر علی وقار قادری، علامہ اقبالؒ کے قرآنی افکار (لاہور: مکتبہ باب العلم، ۲۰۲۳ء)، ص:۳۴

[2]۔سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلام کا روحانی نظام (تقریر 16مارچ 1948ء)، نوائے وقت، ۱۲جون، ۲۰۲۰ء

[3]۔القرآن ۶۲: ۲

[4]۔القرآن ۸۷: ۱۴

[5]۔القرآن ۹۱: ۹۔۱۰

[6]۔القرآن ۲: ۱۵۱

[7]۔مفتی محمد وقاص رفیع، اخلاص اور حُسنِ نیّت، ایکسپریس نیوز، ۲۳مئی ۲۰۲۵ء،

[8]۔القرآن ۹۸: ۵

[9]۔القرآن ۲۲: ۳۷

[10]۔امام مسلم بن الحجاج القُشیری النیشاپوریؒ، صحیح مسلم (لاہور: ادارہ اسلامیہ، س:ن)، رقم: ۱۹۰۷

[11]۔القرآن ۳: ۱۰۲

[12]۔القرآن ۴۹: ۱۳

[13]۔مفتی محمد قاسم عطاری، تفسیر صراط الجنان فی تفسیر القرآن (کراچی: مکتبہ المدینہ، مئی ۲۰۱۳ء)، ج:۱، تحت الآیۃ: ۱۵۳

[14]۔القرآن ۲: ۱۵۳

[15]۔محمد بن علی حکیم ترمذی، نوادر الأصول (لبنان، بیروت: دار النوادر، ۲۰۱۰ء)، ج:۲، ص:۲۰۰، رقم: ۹۶۳

[16]۔علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادیؒ، خزائن العرفان (لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، س:ن)، پ۸، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۰

[17]۔القرآن ۷: ۱۴

[18]۔أحمد بن محمد الخلوتي الصاوي المالكي، تفسیر الصاوی (لاہور: مکتبہ رشیدیہ، س:ن)، تحت الآیۃ: ۱۵۲

CC BY

[19]۔القرآن ۲: ۱۵۲

[20]۔ القرآن ۸: ۴۵

[21]۔القرآن ۳۳: ۳۵

[22]۔القرآن ۴: ۸۲

[23]۔القرآن ۴۷: ۲۴

[24]۔مرزا مقبول احمد، دائرہ معارف اسلامیہ (لاہور: دانش گاہ پنجاب)

[25]۔ سید روح الامین، حضرت علامہ محمد اقبال کا تصورِ تعلیم (لاہور: نوائے وقت، ۲۴ مئی ۲۰۲۵ء)

[26]۔علامہ محمد اقبال، جوابِ شکوہ (۱۹۱۳ء)

[27]۔پروفیسر محمد یوسف خان، شرح اسرارِ خودی (لاہور: اقبال اکیڈمی، س:ن)، ص:۵۸

[28]۔علامہ محمد اقبال، بال جبریل، ص:۱

[29]۔علامہ محمد اقبال، بال جبریل (لاہور: اکبر بک سیلرز، س:ن)، ص:۴۷

[30]۔علامہ محمد اقبال، بانگ درا (نظم طلوع اسلام، ۱۹۰۸ء)

[31]۔بانگ درا (نظم ۸)

[32]۔علامہ محمد اقبال، بال جبریل، ص: ۳۷

[33]۔ نفس مصدر

[34]۔علامہ محمد اقبال، بال جبریل

[35]۔علامہ محمد اقبال، بال جبریل، ص:۱۰۷

[36]۔علامہ محمد اقبال، ارمغان حجاز (انڈیا، علی گڑھ: علی گڑھ بک ڈپو، ۱۹۷۵ء)، ص:۱۵

[37]۔علامہ محمد اقبال، بال جبریل، ص:۳۰

[38]۔رئیس احمد جعفری، اقبالؒ اور عشق رسول ﷺ (لاہور: بک کنگ، ۲۰۱۹ء)، ص:۲۶۶

[39]۔رئیس احمد جعفری، اقبالؒ اور عشق رسول ﷺ، ص:۲۴۳-۲۴۶

[40]۔علامہ محمد اقبال، بال جبریل، ص:۱۵۵

[41]۔عتیقہ شاہین نیازی، علامہ اقبال اور پیر رومی (لاہور: نوائے وقت، ۹ نومبر ۲۰۲۱ء)

[42]۔عتیقہ شاہین نیازی، علامہ اقبال اور پیر رومی

[43]۔علامہ محمد اقبال، بال جبریل، ص:۱۲۶

[44]۔ نفس مصدر

[45]۔ نفس مصدر، ص:۱۲

[46]۔علامہ محمد اقبال، بال جبریل، ص:۱۲

[47]۔علامہ محمد اقبال، جوابِ شکوہ (۱۹۱۳ء)

CC BY